نظم قرآن کی اہمیت: مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

The Importance and Harmony of Quran: An Analytical study of Interpreter's Opinion

1- **Aqsa**	2- **Aqeel Ahmed**
Ph.D Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center University of Punjab, Lahore	Ph.D Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center University of Punjab, Lahore
Email:aqsatariq44@gmail.com	Email:aqeel3366@gmail.com

To cite this article:

Aqsa , Aqeel Ahmed , Jan-june(2020). urdu

نظم قرآن کی اہمیت: مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

The Importance and Harmony of Quran: An Analytical study of Interpreter's Opinion

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

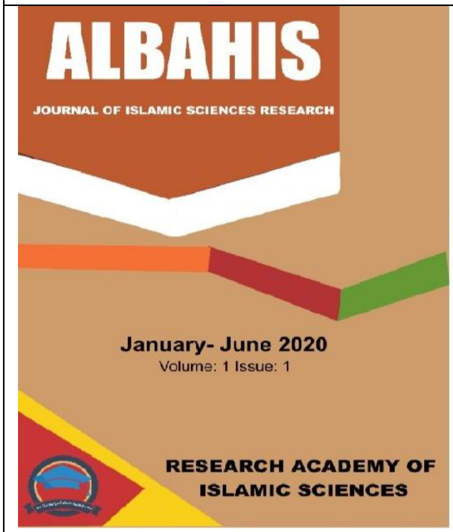

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

نظم قرآن کی اہمیت: مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

The Importance and Harmony of Quran: An Analytical study of Interpreter's Opinion

اقصیٰ

عقیل احمد

Abstract

The Qur'an is the fundamental document of the religion of Islam. It is regarded by the faithful as the Holy, revealed, eternal Word of God, preserved on the guarded tablets "***Lawh mahfuz***" in heaven. Quran is the only divine book that has remained immune from distortion that is standing at the acme of eloquence, rhetoric and guidance. It reveals the hidden secrets of the universe and presents the best teachings of the hidden treasury with an exhilarating tone. Inimitability of the Quran is the belief that no human speech can match the Quran in its content and form. In this article we discussed the meanings, importance, utilitarianism, arrangement and harmony in Quran according to different commentator's point of view. Then we further described about the arrangement, stringing and composition in the content of Quran in the way of formalness and esoteric aspects according to exegete. We also discussed the ancient scholars point of view related to utilitarianism of Quran. After that it also mentioned about the Islamic exegete of Islam who wrote books related to the correlating and arrangements of Quran in different eras. In Quran the arrangement and harmony is the precious part that astounds every eloquent person to accomplish the praising and glorifying the Almighty Allah.

Key Words: Utilitarianism, Arrangement, Harmony, Commentators, Ancient Scholars

کلیدی الفاظ: افادیت، ترتیب، ہم آہنگی، تبصرہ نگار، قدیم علماء

تعارف

نظم قرآن وہ پہلو ہے جس نے عربوں کے اعلیٰ ترین ادبی حلقوں سے یہ بات منوائی کہ قرآن مجید کا انداز بیان اور اسلوب ایک منفرد نوعیت کا اسلوب ہے۔ یہ وہ اسلوب ہے جس کی مثال نہ عربی شاعری میں ملتی ہے نہ خطابت میں نہ کہانت میں اور نہ کسی اور ایسے طرز کلام میں جس سے عرب اسلام سے پہلے مانوس رہے ہوں، قرآن مجید میں شعر کی غنائیت اور موسیقیت بھی ہے خطابت کا زور بیان بھی ہے جملوں کا اختصار بھی ہے۔ اس میں جامعیت بھی پائی جاتی ہے اور معانی و مطالب کی گہرائی بھی، اس میں حقائق و معارف کی گہرائی بھی ہے اور حکمت و دانائی بھی۔ اس کتاب میں دلائل اور براہین کا تنوع اور استدلال کی جدت اور قوت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم کا ایک دقیق اعجاز اس کی آیات کے باہمی ربط و تعلق اور نظم وترتیب میں ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ہر آیت جدا مضمون کی حامل ہے اور ان کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کے درمیان نہایت لطیف ربط پایا جاتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ محمد تقی عثمانیؒ اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ: "اس ربط کو بظاہر اتنا دقیق اور غامض رکھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر آیت کی ایک مستقل حیثیت باقی رہے اور اس کے الفاظ کا عموم ختم نہ ہونے پائے تاکہ "العبرۃ بعموم اللفظ" پر عمل کرنا آسان ہو۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں اہل عرب کے خطبات و قصائد کا اسلوب یہی ہوتا تھا کہ ان کے مضامین مرتب اور مربوط ہونے کے بجائے مستقل حیثیت رکھتے تھے۔ لہٰذا یہ طریقہ اس دور کے ادبی ذوق کے عین مطابق تھا چنانچہ اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کریم کی ہر آیت مستقل معلوم ہوگی۔ لیکن جب آپ ذرا غور کی نظر سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ پورا کلام مسلسل اور مربوط ہے۔ اس طرح قرآن مجید نے اپنے نظم میں جو اسلوب اختیار فرمایا ہے وہ اس کا دقیق ترین اعجاز ہے۔" [1] جہاں تک موضوع کی مناسبت سے سابقہ تحقیقی کام کے جائزہ کا تعلق ہے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف تفاسیر اور کتب میں تو کسی نہ کسی جہت سے نظم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ البتہ اب تک نظم قرآن کے حوالے سے جو کتب سامنے آئی ہیں ان میں امین احسن اصلاحی کی "تدبر قرآن"، نازش احتشام اصلاحی کی "نظم و تناسب کا فرق"، حمید الدین فرہی کی "مجموعہ تفسیر فراہی" اور "دلائل النظام" شامل ہیں۔

علم نظم کے حوالے سے علماء و سلف نے چار الفاظ (مترادفات کے طور پر) استعمال کیے ہیں۔ سب سے پہلے ان الفاظ کے مختلف معنیٰ زیر بحث لائے جائیں گے۔

i۔ نظم ii۔ مناسبت iii۔ربط iv۔ نسق

---

[1]۔ عثمانی محمد تقی، علوم القرآن، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 1412ھ)، ص266

- **نظم کا مفہوم:**

" نظم " لغت میں کسی چیز کی حسن ترتیب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کلام موزوں ، مقفّیٰ ، مسجع، عبارتوں موتیوں کی مالا یا کسی بھی چیز کا خوبصورت انداز میں باہمی جوڑ ، تعلق اور واسطہ ہو تو 'نظم' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظور (م ۷۱۱ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ : (نظم: النَّظْمُ :التالیف،نَظْمُهُ،یَنْظِمُهُ،نظماً ونظاماً ونظمتُ اللؤلُوای جمعته فی السلك،والتنظیم مثله ومنه نظمت الشعر ونظمته۔ والنظم: المنظُومُ،وصف بالمصدر،وَالنَّظْمُ :مانظمه ملولو وخرز وغیرهما ۔) [2] نظم تالیف اور ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہے موتیوں کی مالا ، ان کو باہمی ترتیب میں پرونا خوبصورت انداز میں دھاگے میں منضبط کرنا ہے۔اور اسی سے نظمت الشعر بھی ہے۔

محمد مرتضٰی الزبیدی، نظم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ : النظم: المنظوم: باللؤلؤوالمخرر وصف بالمصدر یقال نظم من لؤلؤوالنظم (الجماعة من الجراد)؛ ونظم اللؤلؤ،ینظمه نظما ونظاما۔ ونظمه،تنظیما:ألفه وجمعه فی سلك فانتظم وتنظیم منه نظمت الشعر ونظمته ونظم الامر علی المثل وله نظم حسن ودر منظوم ومنظم۔ [3] ایک چیز کا دوسری چیز سے ملا ہوا ہونا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ موتیوں کو باہم ایک لڑی میں پرو دینا، موتیوں کی مالا، باہم ترتیب سے رکھنا، باہمی ترتیب سے خوبصورت انداز سے دھاگے میں منضبط کرنا... کسی کام کو ترتیب دینا، انتظام سے کرنا اور اسی سے نظمت الشعر بھی ہے۔

محمد عبدالحفیظ اس ضمن میں بیان کرتے ہیں: نظم :نظماً ونظاماء...اللؤلؤ وَنَحْوَهُ: موتی پرونا، آراستہ کرنا، موزوں کرنا؛ الشیءَ الی الشَّئِ :ترتیب دینا، کسی چیز کو کسی چیز سے جوڑنا؛ نظَّم اللُؤلُوالشَعْرُ :بمعنی نظم؛ تَنَظَّمَ: وَاِنْتَظَمِ وَتَنَاظَمَ الُلؤلو ونحوهٗ :موتی کا پرو دیا جانا، ترتیب وار ہونا، درست ہونا؛ تناظمت الصخور: پتھر کی چٹانوں کا ایک ساتھ ملا ہوا ہونا۔ [4]

قاضی زین العابدین اس حوالے سے لکھتے ہیں: نظام... موتیوں کی لڑی۔ وہ چیز جس کی وجہ سے کوئی کام قائم اور موجود ہو؛ طریقہ : قاعدہ ،اصول ،عادت، شعر ، تہ بہ تہ؛ نظم ... شعر۔ موتیوں کی لڑی؛ نظم ... موتیوں کو ڈوری میں پرونا، نظم لکھنا، انتظام کرنا، ترتیب دینا، ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔ استوار کرنا، سنوارنا۔ [5]

علامہ وحید الزمان قاسمیؒ (م ۱۴۱۰ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ :

---

[2] ۔ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم ،امام ،لسان العرب ،(بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۵۴ھ)، 3: ص667

[3] ۔ الزبیدی محمد مرتضٰی ،ابوالفیض محمد بن الحسینی ،تاج العروس من جواہر القاموس ،(دارالہدایہ ، قاہرہ، س۔ن)، ۲: ص۳۴۵

[4] ۔عبدالحفیظ، بلیاوی، بوالفضل، مصباح اللغات ،(لاہور: مقبول اکیڈمی پریس، ۱۹۵۰ء)، ص۹۷۴

[5] ۔ قاضی زین العابدین، بیان اللسان مع اللغات القرآن، (ادارہ دارالعلوم، کراچی، س۔ن)، ص۸۲۴

i. نَظَمَ الْاَشْیَاءَ ...نظماً: باہم ملانا، ترتیب دینا، منسلک کرنا، اللُّؤلُو وَنحوَہٗ ... موتی وغیرہ لڑی میں پرونا۔

ii. نَظَّمَ الْاَشْیَاءَ۔ مرتب کرنا، ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ رکھنا، انتظام کرنا۔

iii. اِنْتَظَمَ الشَّیئُ...جڑنا، ملنا، مرتب ہونا، پرویا جانا، ترتیب و سلیقہ سے لگنا، نظمة فانتظم۔ [6]

نظم کا مفہوم ہے پرونا، جوڑنا، ملا ہوا ہونا، ہم آہنگ ہونا، باہم قریب ہونا اور عدم نظم کا معنی اس کا الٹ ہوگا یعنی بکھرا ہوا ہونا، ٹوٹا ہوا ہونا اور غیر مرتب ہونا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ کوئی آدمی بد نظمی یا بے نظمی کو پسند نہیں کرتا ہر آدمی یہی چاہتا ہے کہ ہر چی میں ترتیب، ربط، ہم آہنگی، سلیقہ، قرینہ، قربت اور جوڑ ہو۔

- **مناسبت کا مفہوم:**

لغت میں مناسبت ہم شکل ہونا، باہمی قرابت ہونا، مزاج یا عادات وغیرہ میں موافقت وملائمت ہونا۔

علامہ فیروز آبادی (م۸۱۷ھ) اس مفہوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: (المناسبة المشاکلة) [7] مناسبت سے مراد باہم شکل ہونا ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم انیس بیان کرتے ہیں۔ "ناسب فلانا،شارك فی نسبه وشاکله،یقاله بینهمامناسبة ویقاله ناسب الامر والشئی،فلانا،لاءمه ووافق مزاجه" [8] فلاں کے ساتھ مناسبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کے نسب میں شریک ہے اس کا ہم شکل ہے اور کہا جاتا ان دونوں میں مناسبت ہے اور کہا جاتا ہے فلاں کام یا فلاں چیز سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس سے ملائمت ہے اس کا مزاج اس کے موافق ہے۔

خلیل بن احمد الفراہیدیؒ (م۱۷۵ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں: "النسب فی القرابات فلان نسیبی وهولاء انسابی" [9] تعلق داروں میں نسب کا استعمال اس طرح ہے کہ فلاں میرا ہم نسب ہے فلاں میرے نسب سے متعلق ہے۔

علامہ زرکشیؒ مناسبت کے مفہوم کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں: " المناسبةُ فی اللغة المقاربة وفلان یناسب فلان یقارب منه ویشاکله ومنه النسیب هو القریب المتصل کالاخوین وابن العم ونحوه،وان کان متناسبین بمعنی رابط بینهما وهو القرابة۔" [10] لغت میں مناسبت باہم قرابت ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں

---

[6]۔ وحید الزمان قاسمی، علامہ، القاموس الوحید، (کراچی، ادارہ اسلامیات، طبع اول، ۲۰۰۱ء)، ص۶۶۹

[7]۔ فیروز آبادی محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، (بیروت: موسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، ۱۴۱۶ھ)، ص۱۷۶

[8]۔ ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، (قطر: داراحیاء التراث الاسلامی، س۔ن)، ص۹۱۶

[9]۔ الفراہیدی خلیل بن احمد، ابوعبدالرحمن، کتاب العین، (ایران: انتشارات اسوہ، ۱۴۱۴ھ)، ص۹۷۰

[10]۔ الزرکشی محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، (بیروت: دارالاحیاء الکتب العربیہ، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۸۶ھ)، ۲: ص۳۵

سے مناسبت رکھتا ہے، یعنی اس کے قریب ہے اور اس کا ہم شکل ہے اور اسی سے نسیب ہے اور وہ قریبی رشتہ دار جیسے بھائی، چچازاد وغیرہ ہے وہ دونوں متناسب ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کے درمیان رابطہ اور تعلق ہے۔ نظم مناسبت میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ مناسبت عام مطلق اور نظام خاص مطلق ہے یعنی جہاں نظام ہوگا وہاں مناسبت ضرور ہوگی اور جہاں مناسبت ہو وہاں نظام ضروری نہیں۔

- **ربط کا مفہوم:**

ربط لغت میں مضبوط تعلق کے معنی میں مستعمل ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہریؒ (م ۳۹۳ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں: "ربطت الشیء، اربطه، اربطه ایضاً عن الاخفش۔" [11]کسی چیز کو باندھ دینا یا پرو دینا۔۔ جوڑ دیا اور اخفش کے نزدیک بھی یہی معنی ہے۔

علامہ ابن منظور الافریقیؒ (م ۷۱۱ھ) اور محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ (م ۸۱۷ھ) [12]اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں: "ربط الشی یربطه ویربطه ربنه فھو مربوط۔" [13]کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کا نام ربط ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم انیس لکھتے ہیں: "الربط: العلاقة الواصلة بين الشيئين۔" [14] ربط ایک تعلق ہے جو دو چیزوں کو ملاتا ہے۔

تمام ائمہ لغت کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کے لیے لفظ ربط بیان کرتے ہیں۔

- **نسق کا مفہوم:**

کسی چیز کا ترتیب و تنظیم میں ہونا، ایک قطار میں ہونا اور کلام کا خوبصورت ترتیب سے ہونا نسق کہلاتا ہے۔

خلیل احمد الفراہیدیؒ (م ۱۷۵ھ) اس ضمن میں رقمطراز ہیں: "نسق: ما كان على نظام واحد عام في الاشياء۔" [15] کسی چیز کا بالترتیب ایک تنظیم میں ہونا اور یہ لفظ تمام چیزوں میں عام استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظورؒ (م ۷۱۱ھ) اس حوالے سے بیان کرتے ہیں: "النسق من كل شیء ما كان على طريقة نظامٍ واحد عام في الاشياء۔" [16] جو چیز ایک نظام اور طریقے پر ہو وہ اس چیز کا نسق کہلاتا ہے۔

---

[11]۔ الجوہری اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ العربیۃ، (بیروت: دار العلم للملائیین، ۱۳۷۶ھ)، ۳: ص ۹۴۵

[12]۔ فیروز آبادی محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، ص ۹۰۱

[13]۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، امام، لسان العرب، ۵: ص ۱۱۲

[14]۔ ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ص ۳۲۳

[15]۔ الفراہیدی خلیل بن احمد، ابو عبد الرحمن، کتاب العین، ص ۹۵۷

[16]۔ لسان العرب، ۶: ص ۲۱۹

مذکورہ بالا تعریفوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کی علم نظم وہ علم ہے جو قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی ربط و تعلق کی نوعیت اور حکمت سے بحث کرتا ہے۔ مذکورہ الفاظ کی تشریح سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ مترادف الفاظ ہیں کہ کسی کا معنی جوڑنا ہے اور کسی کا معنی ملانا اور موافق کرنا ہے اور کسی کا معنی قربت اور ہم آہنگی ہے۔ مفسرین نے اپنی تفاسیر کے نام ان الفاظ پر رکھے اور ادیبوں نے اپنی کتب میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تاہم ان تمام سے مراد نظم قرآن ہی ہے۔ اور ان تمام ادباء اور مفسرین کا مقصد محض یہ ثابت کرنا ہے کہ قران کریم کی تمام سورتیں اور آیات باہم منظوم و مربوط ہیں۔ اور قران کریم کی ہر آیت اپنے مقام پر پوری طرح موضوع ہے اور اپنی اسی تنظیم کے لحاظ سے اس بات کا مظہر ہے کہ "ما هذا كلام البشر"۔

دور حاضر میں نظم قرآن کی ضرورت واہمیت:

امام حمید الدین فراہیؒ کا نظم قرآن کے بارے میں خیال ہے کہ لوگوں نے آیات قرآنیہ میں نظم کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جس کی وجہ سے تالیف کا بہت سا اختلاف رونما ہوا اور نظم کلام، جو صحیح سمت کے متعین کرنے والی واحد چیز ہے اور جس سے اہل بدعت و ضلالت اور اصحاب تحریف کی کج رویوں کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ بیچ سے بالکل غائب ہے۔ اگر سورۃ کا مرکزی مضمون سب کے سامنے ہوتا تو تاویل میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب ایک ہی بات پر متفق ہوتے اور تفسیر قرآن میں اختلاف نہ ہوتا لیکن صورت حال اس کے برعکس ہو چکی ہے۔

علامہ صاحب رقمطراز ہیں۔"انی رأیت اختلاف الاراء فی التاویل من عدم التزام رباط الآیات ء فإنه لو ظهر النظام واستبدن لنا عمود الكلام لجمعنا تحت راية واحدة كلمة سواء ۔" [17] میں نے دیکھا کہ تاویل کا بیشتر اختلاف نتیجہ ہے اس بات کا کہ لوگوں نے آیات کے اندر نظم کا لحاظ نہیں رکھا ہے۔ اگر نظم کلام ظاہر ہوتا اور سورۃ کا عمود یعنی مرکزی مضمون واضح طور پر سب کے سامنے ہوتا تو تاویل میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب ایک ہی جھنڈے کے نیچے اور ایک کلمہ پر جمع ہو جاتے۔

آپؒ کا خیال ہے کہ فہم کلام کے لیے نظم کلام ضروری ہے۔ متکلم نے جس مقصد کے لیے اپنے کلام اور اسلوب بیان کو ذریعہ بنایا ہے اس سے اس وقت تک واقف نہیں ہوا جا سکتا جب تک کلام کے مختلف حصوں کا اجمالی تعلق معلوم نہ ہو۔ ایک جملہ دوسرے متصل جملہ سے کئی اعتبارات سے مربوط سمجھا جا سکتا ہے۔ ایسے موقع پر جو شخص جملوں کا صحیح ربط نہیں سمجھ سکتا، اس کو متعین کرنے میں غلطی کر دیتا ہے تو وہ اصل مفہوم کھو دیتا ہے اور کلام میں جو علم و حکمت پائی جاتی ہے اس پر وہ مطلع نہیں ہو سکتا۔

اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "وبالجملة محال أن تفهم كلامامن دون أن تعلم نسبة بعضها إلى بعض فإن أخذت كل جزء طويل على حدته، غاب عنك بعض معانيه۔ ثم إن قصرت، عن فهم نسبة أجزاء هذا الجزاء، غاب عنك طرف آخر۔ حتى إنك تنقص من فهمك شيئاً

[17] ۔فراہی حمید الدینؒ، تفسیر نظام القرآن، (اعظم گڑھ: دائرہ حمیدیہ، فروری ۲۰۰۹ء)، ص ۱۷

فشيئا بقدر ماتقصر عن فهم النّسب التي بين أجزائه.فإذا تبيّن لك هذه النّسب والرّوابط بين أجزائه ورأيت أنه كلام مربوط ،مسوق إلى عموده.ظهر حسن بيانه۔" [18] یہ بات محال ہے کہ تم کلام کے مختلف حصوں کا تعلق جانے بغیر کلام کو سمجھ لوگے کیونکہ جب تک تم اس کے طویل حصہ پر غور کروگے تو اس کا کچھ مفہوم ذہن سے اُتر جائے گا۔ پھر جب ایک حصہ کے اجزاء کا تعلق سمجھنا چاہو گے تو دوسری طرف کے کئی پہلو نظر انداز ہو جائیں گے۔اس طرح اجزائے کلام کی جتنی نسبتیں تمہاری سمجھ میں آئیں گی ،اس کے بقدر تم کلام کو نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن اگر یہ نسبتیں تم سمجھ جاؤ اور دیکھ لو کہ وہ عبارت بالکل مربوط کلام ہے جو ایک ہی مضمون کو حاصل ہے تو اس کا حسن بیان تم پر ظاہر ہو جائے گا۔

قرآن کی حقانیت اس کے اعجاز کی بنیاد پر ہے اور نظم کے قائلین علماء کے نزدیک قرآن کریم اپنی عدیم النظیر فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب اور نظم کی وجہ سے معجزہ ہے۔ قرآن کریم کی اعجازی خصوصیات میں الفاظ کا اعجاز، ترکیب کا اعجاز، اسلوب کا اعجاز اور نظم کا اعجاز شامل ہے۔ نظم قرآن کی اہمیت بر صغیر پاک و ہند میں سب سے مولانا فراہی نے اجاگر کی۔ وہ ایک مفسر قرآن تھے ان کا خاص موضوع نظم قرآن تھا۔ ان کر دور میں رائج الوقت خیال تھا کہ قرآن میں کوئی نظم و ترتیب نہیں ہے۔ مولانا فراہی اس عام خیال سے متفق نہیں ہوئے انہوں نے اپنے رشحات قلم سے اس خیال کی تردید و تکذیب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

مفہوم نظم کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء:

نظم کے مفہوم کے بارے میں مفسر علماء کرام کی مختلف آراء ہیں جن کو ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

- حمید الدین فراہیؒ (۱۳۴۹ھ) نظم کے مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "وبالجملة فمرادنا بالنّظام أن تكون السورة كاملاً واحداً، ثم تكون ذات مناسبة بالسّورة السّابقة واللاحقة، أو بالتي قبلها أو بعدها على بعد ما، كما قدّمنا في نظم الآيات بعضها مع بعض، فكما أن الآيات ربما تكون معترضة، فكذلك ربما تكون السّور معترضة، وعلى هذا الأصل ترى القرآن كلّه كلاما واحدا،ذا مناسبة وترتيب في أجزائه من الأوّل إلى الآخر ،فتبيّن مما قدمنا أن النّظام شيء زائد على المناسبة وترتيب الاجزاء۔" [19]

نظم سے مراد سورۃ کے اجزاء کی وہ باہمی مناسبت ہے جس کے معلوم ہونے پر پوری سورۃ ایک وحدت میں ڈھل جائے اس صورت میں کلام کا مفہوم ،مربوط اور ایک ہی مرکزی مضمون کا حامل نظر آتا ہے اور کلام میں جمال، پختگی اور وضاحت کا ادراک ہوتا ہے۔ نظم محض ایک سورۃ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس سورۃ کی مناسبت ان سورتوں

---

[18]۔ایضاً، ص۲۱

[19]۔الفراہی عبدالحمید الہندی، امام، دلائل النظام ، ص۷۵

کے ساتھ بھی معلوم ہو جائے جو اس کے ساتھ متصل ہیں۔ اگر ان کے ساتھ مناسبت واضح نہ بھی ہو تو ان سورتوں کے ساتھ اس کا تعلق معلوم ہو جائے جو اس سے پہلے یا بعد میں کچھ فاصلے پر واقع ہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ جس طرح بعض آیات جملہ معترضہ کے طور پر کلام میں آجاتی ہیں اسی طرح بعض سورتیں بھی معترضہ سورتیں بن کر آئی ہوں۔ نظم معلوم ہو جانے کے بعد اول سے آخر تک پورا قرآن مجید مناسبت و ترتیب رکھنے والا اور کامل وحدت سے متصف نظر آئے گا۔

- نظم کے مفہوم کے حوالے سے محمد عمر اصلاحی بیان کرتے ہیں: **"اعلم ان مرادنا من النظام ان تکون لکل سورۃ صورۃ مشخصۃ فان معانی الکلام ارتبط بعضھا ببعض وجرت الی عمود واحد وکان الکلام ذا واحدنیۃ فحینئذٍ لایکون إلا ولہ سورۃ مشخصۃ فاذا أنظرت الی الکلام من ھذہ الجھۃ رایت ما فیہ من الجمال والاتقان والوضوح۔"** [20] یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر سورت کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے کیونکہ جب کلام کے معنی باہم دگر و مربوط ہوں گے کسی خاص عمود کے گرد گردش کریں گے اور کلام میں یکجہتی ہو گی تو لازمی طور پر اس کی ایک مخصوص ہیئت اُبھر کر سامنے آئے گی۔ اس لیے جب کلام پر اس حیثیت سے غور کرو گے تو اس کا جمال، پختگی اور برجستگی اُبھر کر سامنے آجائے گی۔
- علامہ جلال الدین السیوطیؒ مفہوم نظم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: نظم کا علم ایک نہایت اعلیٰ علم ہے اس کے اشکال کی وجہ سے علماء نے اس سے کم بحث کی ہے۔ امام فخر الدین الرازیؒ تنہا شخص ہیں جنہوں نے اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی اور انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآنی حکمت کا بڑا حصہ ترتیب و نظم میں چھپا ہوا ہے۔" [21] امام جلال الدین السیوطیؒ مزید لکھتے ہیں: **"ومرجع المناسبۃ فی الآیات القرآنیۃ الی معنیٰ رابط بینھما عام او خاص عقلی و احسی اوخیالی اوغیر ذلك من من انواع العلاقات اوالتلازم الزھنی کا لسبب والمسبب والعلت والمعلول والنظرین والضدین ونحوہ۔"** [22] آیات قرآنیہ میں علم مناسبت کا مرجع ایک معنی ہے جو آیات کو آپس میں باہم دگر و مربوط کرتا ہے اور یہ معنی عام ہے خواہ آیات میں مناسبت کا اظہار عام و خاص، عقلی و حسی یا خیالی وغیرہ ہو یا

[20] ۔ششماہی علوم القرآن، فہم قرآن میں نظم کی اہمیت، ۱۹۹۶ء، ص ۲۷

[21] ۔السیوطی جلال الدین عبد الرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، ۲: ص ۱۳۸

[22] ۔ایضاً، ۲: ۱۷۹

تعلق کی کوئی بھی نوع ہو یا وہ معنی ذہنی اعتبار سے لازم و ملزوم ہو جیسے سبب و مسبّب ، علت و معلول ،دومماثل یا متضاد چیزیں یااس سے ملتے جلتے مفہوم ہوں۔

- شیخ مناع القطان فرماتے ہیں: "والمراد بالمناسبة هنا، وجه الارتباط بين الجملة فى الآياته الواحدة اوبين الآية والآية فى الآيات المتعددة اوبين السورة والسورة۔" [23]
- امام برہان الدین بقاعیؒ (م ۸۸۵ھ) لکھتے ہیں : "فعلم مناسبات القرآن علم تعرف منه علل الترتيب اجزائ وهو البلاغة لادائه الى تحقيق مطابقة المعانى لما اقتضاه من الحال وتتوقف الاجارة فيه على معرفة مقصود السورة المطلوب ذالك فيهما ويفيد ذالك على معرفة المقصودمن جميع جملها۔" [24] علم مناسبت قرآنی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے قرآن مجید کے اجزاء (آیات اور سورتوں) کے مابین ترکیب کی وجوہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ علم بلاغت کی نمایاں خوبی ہے جو مقتضائے حال کے موافق معانی میں مطابقت ثابت کرنے کی طرف پہنچاتی ہے۔اور اس علم میں (مہارت کی) عمدگی سورۃ کے اس مقصود کو سمجھنا ہے جو اس (سورۃ) میں مطلوب ہے اور یہ (علم) اس (سورۃ) کے تمام جملوں کا مقصود معلوم کرنے کے لیے مفید ہے۔
- علامہ محمد اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں : "ترتيب الفاظ متناسبة المعانى متناسقة الدلالات على وفق مايقتضيه العقل اوالالفاظ المرتبة بهذا الاعتبار فابنظم بهذا شامل لرعاية مايقتضيه علم المعانى والبيان بخلاف النظم بالمعنى الثانى فهوا عم منه ومنه نظم القرآن۔" [25] الفاظ کی ایسی ترکیب جو عقل اور الفاظ کے تقاضے کے مطابق ہو معانی باہم مناسبت رکھتے ہوں اور دلالت میں بھی عمدہ ترتیب ہو ان اعتبار سے علم نظم، علم معانی اور علم بیان کے مقتضیٰ کو شامل ہے۔بخلاف نظم کے دوسرے معنی کے یعنی الفاظ کی ایسی ترکیب جو مقصودی معنی کے موافق ہو۔جو اس سے منسلک ہے اور اسی سے نظم قرآنی ہے۔

---

[23]۔ خلیل مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، (بیروت: ادارہ موسسۃ الرسالۃ، الطبع، ۱۹۸۳) ،ص ۹؛ یہاں پر مناسبت سے مراد ایک آیت میں جملوں کے باہم مرتبط ہونے کی توجیہ اور آیات متعددہ میں سے ہر آیت کی باہمی مرتبط ہونے کی توجیہ اور سورتوں کے باہم مرتبط ہونے کی توجیہ ہے۔

[24]۔ برہان الدین بقاعی، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۵ھ)، ۱: ص ۵

[25]۔ محمد اشرف علی تھانوی ، کشاف اصطلاحات الفنون، (بیروت: مکتبۃ البنان ناشران، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۶ء،) ۲: ص ۱۷۱۰

- امام زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ)لکھتے ہیں: "المناسبۃ امر معقول اذا عرض علی العقول تلقتۃ بالقبول۔" [26] یعنی کہ مناسبت ایک امر معقول معاملہ ہے اگر یہ ذہنوں کو پیش کیا جائے تو عقل اسے فوراً قبول کرلے۔

امام جلال الدین السیوطیؒ اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں :"أول من أظہر علم المناسبۃ الشیخ أبوبکر النیسا پوری، وکان غزیرالعلم فی الشریعۃ والأدب، وکان یقول علی الکرسی إذاقرئ علیہ: لم جعلت ھذہ الآیۃ الی جنب ھذہ،وما الحکمۃ فی جعل ھذہ السورۃ إلی جنب ھذہ السورۃ؟ وکان یزری علی علماء بغداد لعدم علمھم بالمناسبۃ۔" [27] پہلے شخص جنہوں نے علم مناسبت (علم نظم) کوظاہر کیا وہ شیخ ابو بکر النیشا پوریؒ(۳۲۶ھ) ہیں۔ فقہ و ادب میں ان کابڑا رتبہ تھا۔ان کے لیے منبر رکھاجاتاہے جس پر بیٹھ کر وہ قرآنی آیات کی شرح کرتے اور بتاتے کے فلاں آیت فلاں آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی اور فلاں سورۃ کے ساتھ رکھنے میں کیا حکمت ہے۔ اور علمائے بغداد کی کم علمی کے حوالے سے ذکر کرتے کہ یہ لوگ نظم کے علم سے محروم ہیں۔

ان تمام مفاہیم کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم ربط و مناسبت قرآنی ایک ایسا علم ہے جس میں وجوہ ربط و مناسبت سے بحث ہوتی ہے۔ عام ہے کہ وہ ربط و مناسبت ایک آیت کے کلمات ، ایک سورۃ کی آیات یا کلام اللہ کی سورتوں کے مابین ہو۔ یہ لفظ معنوی قرائن کی بنیاد پر ہوگا۔اس طور پر کہ اس ربط سے واضح ہو جائے کہ قرآن مجید کی ترتیب انتہائی محکم ہے ۔ یہ واضح رہے کہ علم ربط و مناسبت قرآنی ایک اجتہادی علم ہے ۔اس میں مفسر کے عقل و ذوق ، علم کی بلندی، بلاغت قرآنی و اسرار قرآنی کی معرفت بنیادی درجہ رکھتی ہے۔جب مفسرین کا پیش کردہ ربط عقلاً درست ، نظم قرآنی کے مقصود اور سیاق و سباق سے متفق ،اصول ثابتہ فی الدین کے موافق اور قواعد لغت عربیہ سے متعارض نہ ہو تو یہ مقبول ومشرف ہوگا ورنہ مردود ہوگا۔

متقدمین کی نظر میں نظم قرآن :

[26]۔البرہان فی علوم القرآن،۱: ۳۵ ؛علم مناسبت قرآنی ایک اجتہادی علم ہے۔اس کی صحت کی شرط یہ ہے کہ جب اسے عقل سلیم پر پیش کیاجائے تو وہ اسے عام قبولیت سے نوازیں۔ علم تفسیر میں یہ ایک عجیب فنی مہارت ہے۔ جس نے اسے لیااس نے حظ وافر لیاجو محروم رہاوہ محروم رہا۔

[27]۔السیوطی جلال الدین،الاتقان فی علوم القرآن،۲:ص ۱۳۸

نظم کی اصطلاح متقدمین علمائے بلاغت کے ہاں جس معنی و مفہوم میں مستعمل تھی۔اس میں توسیع سب سے پہلے علامہ زمخشریؒ نے کی۔انہوں نے بھی اس بات کااظہار کیاکہ قرآن مجید اپنے جملوں کی ترکیب و تنظیم کے حسن بلاغت کی وجہ سے معجزہ ہےاس کے مقابلہ کا بلیغ جملہ پیش کرنے سے ہر مخلوق عاجز ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر حافظ انس نضر بیان کرتے ہیں: البتہ متقدمین میں سے جن اصحاب نے اس سلسلہ میں کلام کیاہے ان میں سے امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) ،ابوالحسن علی بن عیسیٰ رمانی معتزلیؒ (م ۳۸۳ھ) ،امام خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) ،ابن جعفر باقلانی اشعریؒ (م ۴۰۳ھ)، قاضی عبدالجبار اسد آبادیؒ معتزلی (م ۴۱۵ھ) اور عبدالقاہر جرجانیؒ (م ۴۷۱ھ) کے نام سرفہرست ہیں۔

ابن قتیبہؒ نے **"تاویل مشکل القرآن"** میں،ابوالحسن علی بن عیسیٰ رمانیؒ نے **"النکت فی اعجاز القرآن"** میں،امام خطابیؒ نے **"البیان فی اعجاز القرآن"** میں،الباقلانیؒ نے **"اعجاز القرآن"** میں، قاضی عبدالجبارؒ نے **"المغنی فی ابواب التوحید والعدل"** کی ۱۶جلد میں،اور عبدالقاہر جرجانیؒ نے **"دلائل الاعجاز"** میں اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ان اصحاب نے نہ صرف یہ کہ اپنی تصنیفات میں نظم قرآن کی اصطلاح استعمال کی ہے بلکہ نظم کلام کو قرآن مجید کے اعجاز کا محل بھی قرار دیا ہے۔ان کے ہاں نظم قرآن سے مراد یہ تھا کہ قرآن مجید کے محض الفاظ و کلمات ہی معجزانہ حیثیت نہیں رکھتے اور نہ فقط ان کے معنی کا یہ حال ہے کیونکہ یہی الفاظ و معانی تو عربوں کے ہاں بھی مروج تھے۔البتہ ان الفاظ ومعانی کی ترکیب سے جو کلام قرآنی آیات اور قرآنی جملوں کی شکل میں پیش ہوتا تھا وہ معجزہ تھااور اس جیسی ترکیب پر مبنی ایک سورت بھی پیش کرنے سے کفار عاجز آگئے تھے۔ [28]

امام خطابیؒ (م ۳۸۸ھ)اسی پس منظر میں فرماتے ہیں کہ :"قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نظم عمدہ الفاظ فصیح اور معانی حسین ہیں۔اس نے توحید کی تعلیم دی۔شرکت سے اجتناب کی تلقین کی،وعظ و تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اصول واضح کیے اور ان ساری تعلیمات کو نظم کی لڑی میں اس طرح سے منسلک کر دیا کہ ذرا سا دھاگہ ٹوٹا اور سارے موتی منتشر ہوگئے۔قرآنی بلاغت ادب کے تمام اسالیب کی جامع ہے جس کی نظیر انسانی وجود پیش نہیں کر سکتا۔الفاظ کو اس طرح مربوط بنادیا گیاہے کہ اگرانہیں اس کے مخصوص مقام سے ہٹاکر کہیں اور رکھ دیا جائے تو مفہوم گڑبڑ ہو جائے گی یا وہ چاشنی اور رونق باقی نہ رہے جو قرآن کریم میں موجود ہے۔" [29]

قاضی عبدالجبارؒ (م ۴۱۵ھ) نظم کی بحث کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں: "یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ فصاحت مفرد کلمات میں نہیں ہوتی بلکہ ایک مخصوص طریقہ کار کو اختیار کر کے کلام میں نظم وارتباط پیدا کرنے سے فصاحت پیدا ہوتی ہے۔نظم و تالیف کے ساتھ ہر لفظ کی ایک صفت ہونی چاہیے یہ صفت بسا اوقات نظم وترکیب سے

---

[28]۔انس نضر ، نظم قرآن کے فراہی نقطۂ نظر کا تجزیاتی مطالعہ،(لاہور: تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی،۲۰۱۰ء،شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی)،ص۲۱۶

[29]۔حمد بن محمد خطابی،البیان فی اعجاز القرآن،(قاہرہ:ادارۃ الشرقیۃ،س۔ن)،ص ۲۵

اپنامقام بناتی ہے اور کبھی اعراب کے ذریعے اور کبھی موقع محل سے امتیاز حاصل کر لیتی ہے۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی چوتھی شکل نہیں ہے اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ فصاحت میں حسن معنی بھی شامل ہے پھر تم نے اس کا خیال کیوں نہیں رکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معنیٰ کا حسن اگرچہ ناگزیر ہے لیکن ان میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اسی وجہ سے یہ صورت حال دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک ہی مفہوم ادا کرنے والوں میں سے ایک شخص دوسرے پر بازی لے جاتا ہے جبکہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ معنی میں کمی بیشی نہیں ہوتی اس صورت میں تفاوت ان الفاظ میں ہوگا جو اظہار کا نامہ زیب رکھتے ہیں اگر یہ جملہ صحیح ہے تو خصوصیت دراصل تالیف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس سے کلمات مخصوص ہوتے ہیں یا تقدیم و تاخیر سے نکھار آتا ہے۔ جو موقع محل کے لیے خاص ہیں یا پھر حرکات سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ جو اعراب کے ساتھ خاص ہیں اور اسی سے کلام میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔" [30]

مسعود الرحمٰن خان ندویؒ نظم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: "قرآن کریم ایک معجزانہ کلام ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ حسن ترتیب اور نظم سے عاری ہو۔ کوئی بھی صاحب عقل اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اپنا منتشر اور غیر مربوط کلام قارئین کے درمیان نقد و جرح کے لیے چھوڑ دے اور اس فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اس قوم کے لیے معجزہ قرار پایا۔ جو زبان آوری اور بلاغت میں مشہور تھی۔ اس نے بار بار اس کلام کو پڑھا۔ کسی چیز کا حسن و منفعت رسانی اس کے تناسب و تنظیم پر منحصر ہے خاص طور پر فصیح و بلیغ کلام اس کے بغیر ادبیت کا نمونہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کلام الٰہی نے عرب کی اس فصیح اللسان قوم سے قرآنی کلام کے مثل کوئی کلام لانے کا مطالبہ کیا۔ خواہ وہ ایک سورۃ ہی ہو اس سورۃ میں کوئی مسلمان یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ یہ معجزاتی کلام حسن نظم سے خالی ہے؟ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی سب سے افضل اور پائندہ تر و مضبوط ترین اور واضح ترین دلیل قرآن مجید ہے۔ ہم یہ بات بالبداہت جانتے ہیں کہ حسن ترتیب ایک بلیغ کلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ ہم قرآن کریم کے معجزہ ہونے پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ پس کیا ہم یہ پسند کریں گے کہ قرآن مجید کو حسن و ترتیب سے عاری قرار دیں؟ ہم اس کے معانی کے ربط اور اس کے لوازم اور اس کی ترتیب کی پختگی میں غور و فکر کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک قادر الکلام خطیب جو فن بلاغت کو استعمال میں لاتا اور حسن بیان سے لوگوں کو فریفتہ کر لیتا ہے۔ اس کی قدر تمہارے دل سے اس لیے اٹھ جاتی ہے کہ اس نے ربط کلام سے غفلت برتی۔ مگر یہ رد عمل اس لیے ہوتا ہے کہ ایک بلیغ کلام سوء ترتیب کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اگر امر واقعہ یہی ہے تو قرآن پر یقین رکھنے والے آدمی کی کیا یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ قرآن کے نظام کے حسن اور اس کی ترتیب کی پختگی کو ثابت کرے۔" [31]

30۔ عبد الجبار قاضی، المغنی فی ابواب التوحید والعدل، (قاہرہ: ادارۃ العلمیہ، س۔ن)، ص ۱۳

31۔ مجلہ ششماہی علوم القرآن، اعجاز القرآن اور نظم، ۲۰۰۶ء، ص ۷۹

نظم قرآن پر لکھی گئی اہم کتب:

حافظ فدا حسین نظم کے تاریخی تسلسل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

- تیسری صدی ہجری کے اوائل میں معتزلہ کے **امام ابراہیم نظام** (م ۲۲۳ھ) نے اعجاز القرآن پر دلیل صرفہ پیش کی۔ پھر اس کے شاگرد **ابو عثمان عمر الجاحظؒ بن بحر بن المحبوب الکنعانی** (م ۲۵۵ھ) نے نظم قرآن پر کتاب لکھی۔ **ابن قتیبہؒ** (م ۲۸۶ھ) کی تاویل مشکل القرآن کو بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ **امام ابو داؤد سجستانیؒ** (م ۲۷۵ھ) نے نظم القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔
- چوتھی صدی ہجری میں **احمدؒ بن یزید الواسطی** (م ۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں لکھی۔ اس کے بعد **ابوالحسن علی بن عیسیٰ رمانیؒ** (م ۳۷۴ھ) کا رسالہ النکت فی اعجاز القرآن سامنے آیا۔ **شیخ ابو بکر النیشاپوریؒ** (م ۳۲۶ھ) نے سب سے پہلے آیات و سورتوں میں مناسبت سے متعلق سوالات اٹھائے۔ **علامہ احمد بن محمد خطابیؒ** (م ۳۸۸ھ) نے البیان فی اعجاز القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔
- پانچویں صدی ہجری میں **علامہ محمد بن خطیب بن جعفر باقلانیؒ** (م ۴۰۳ھ) نے اعجاز القرآن لکھی۔ **قاضی عبدالجبار اسد آبادیؒ** (م ۴۱۵ھ) نے نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطا کی۔ **علامہ عبدالقاہر جرجانیؒ** (م ۴۷۱ھ) نے دلائل اعجاز کے نام سے کتاب لکھی۔
- چھٹی صدی ہجری میں **حسین بن مسعود بغویؒ** (م ۵۱۶ھ) نے معالم التنزیل کے نام سے تفسیر لکھی۔ جس میں آیات کے درمیان مطابقت بیان کی۔ **علامہ طبرسیؒ** (م ۵۳۸ھ) کی تفسیر مجمع البیان لعلوم القرآن کے نام سے تفسیر لکھی جس میں ربط آیات پر بحث کی۔ **ابو بکر ابن العربیؒ** (م ۵۴۳ھ) نے سراج المریدین میں علمی مناسبت کو عظیم علم قرار دیا۔ **ابن عطیہ اندلسیؒ** (م ۵۴۶ھ) نے اپنی تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز میں نظم آیات کا اہتمام کیا۔
- ساتویں صدی ہجری میں **امام فخر الدین الرازیؒ** (م ۶۰۶ھ) نے تفسیر مفاتیح الغیب میں، **الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ** (م ۶۳۸ھ) اپنی تفسیر القرآن الکریم میں اور **امام قرطبیؒ** (م ۶۷۱ھ) نے تفسیر قرطبیؒ میں ربط آیات کا خاص اہتمام کیا۔
- آٹھویں صدی میں **احمد بن ابراہیم بن زبیر الثقفیؒ** (م ۷۰۸ھ) نے البرہان فی تناسب سور القرآن کے نام سے تصنیف مرتب کی۔ **ابو حیان الاندلسیؒ** (م ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں نظم کا اہتمام کیا۔ **امام بدر الدین الزرکشیؒ** (م ۷۹۴ھ) نے البرہان فی علوم القرآن میں مناسبت ربط و آیات پر سیر حاصل بحث کی۔

- نویں صدی میں **علامہ علاؤالدین المہائمیؒ** (م ۸۳۵ھ) نے تفسیر تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان میں اور **امام برہان الدین بن عمر البقاعیؒ** (م ۸۸۵ھ) نظم والدرر فی تناسب آلای والسور کے نام سے کتب تصنیف کیں۔
- دسویں صدی **میں علامہ جلال الدین السیوطیؒ** (م ۹۱۱ھ) نے اس علم پر خاص توجہ دی۔اس حوالے سے تناسق الدرر فی تناسب السور کے نام سے کتاب لکھی۔ مصر کے **شمس الدین محمد بن الشربینیؒ** (م ۹۷۷ھ) نے اپنی تفسیر سراج المنیر اور **محمد بن مصطفیٰ ابوالسعود العمادیؒ** (م ۹۵۱ھ) نے اپنی تفسیر ابی السعود المسمیٰ ارشاد العقل السلیم إلی المزایا بالقرآن الکریم نے ارتباط آیات پر خاصی توجہ دی۔
- گیارہویں صدی ہجری میں **شیخ منور بن عبدالحمید لاہوریؒ** (م ۱۰۱۱ھ) نے نظم قرآن پر الدرر التنظیم کے نام سے کتاب لکھی۔
- بارہویں صدی میں برصغیر پاک وہند کے عظیم محقق **شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ** (م ۱۱۷۴ھ) الفوز الکبیر فی اصول تفسیر میں مناسبت اور نظم قرآن پر اصولی بحث کی۔
- تیرھویں صدی ہجری میں **مولوی محمد غوث شرف الملکؒ** (م ۱۲۳۸ھ) نے اپنی تفسیر نثر المرجان فی رسم نظم القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔
- چودھویں صدی ہجری میں **محمد مصطفیٰ المراغیؒ** (م ۱۳۳۵ھ) نے نظم کی بحث کو اپنی تفاسیر میں بڑی خوبی سے اپنایا۔ **مولانا اشرف علی تھانویؒ** (م ۱۳۶۲ھ) ، **مفتی محمد شفیعؒ** (م ۱۳۹۶ھ) نے اپنی تفاسیر میں ربط وآیات و سور کا التزام کیا۔ **مولانا حسین علیؒ** (م ۱۳۶۲ھ) نے بلغۃالحیران فی ربط آیات الفرقان تصنیف کی۔ اس میں اول سے آخری سورۃ تک علیحدہ علیحدہ ارتباط و تناسب پر بحث کرکے نظم قرآن کے حوالے سے قابل قدر اضافہ کیا۔ صوبہ سرحد کے **مولانا محمد طاہر** نے سمط الدرر فی ربط الآیات والسور وخلاصتھا المختصر لمن آراداان یتذکر او یتدبر کے نام سے ارتباط آیات کو سور کے حوالے سے کتاب لکھی۔ **سید قطب شہید** (۱۹۶۶ء) نے اپنی تفسیر میں ربط آیات کا التزام کیا۔
- دور جدید کی مشہور شخصیت **حمید الدین فراہیؒ** (م ۱۳۴۹ھ) نے نظم القرآن پر تفسیر نظام القرآن ، دلائل النظام کے نام سے کتب تصانیف کیں۔ جس میں ربط ومناسبت کے اصولوں کو واضح کیا۔ان کے شاگرد مولانا

امین احسن اصلاحیؒ (م ۱۹۹۷ء) نے نظم قرآن کی بحث کو ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ ان کی تفسیر تدبر قرآن ،ارتباط اور نظم کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ [32]

مناسبت آیات قرآن حکیم کا نظم و ربط :

نظم قرآن کے بارے میں آیات کی باہمی مناسبت پر جو گفتگو علامہ زمخشریؒ کے ہاں ملتی ہے وہی آگے فخر الدین رازیؒ کے ہاں بھی ملتی ہے لیکن علامہ زمخشریؒ کی طرح امام رازیؒ نے بھی متفرق طور پر کہیں کہیں اس پر بحث کی ہے۔

- حمید الدین فراہیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں: "قد صنف بعض العلماء فی تناسب آلای والسوریٰ إماالكلام فی نظام القرآن فلم إطلع علیہ ،الفرق بینھما،إن التناسب إنما ھو جزء من النظام۔" [33] بعض علماء نے آیات وار سورتوں کی باہمی مناسبت کے حوالے سے کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔ لیکن نظم قرآن کے باب میں کوئی خاص تصنیف میرے علم میں نہیں آئی۔ میرے نزدیک نظام اور مناسبت میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مناسبت نظام کا محض ایک حصہ ہوتی ہے۔ حمید الدین فراہیؒ نے نظم قرآن کا جو فلسفہ متعارف کروایا ہے اس کی رو سے سورۃ الفاتحہ اس آسمانی کتاب کا دیباچہ ،معوذتین خاتمہ اور درمیانی سورتیں مختلف ابواب ہیں ان ابواب کے الگ الگ مرکزی مضمون (عنوان) ہیں اور ہر سورۃ اپنے باب کی ایک فصل کی حیثیت رکھتی ہے اور فصل کا بھی ایک مرکزی عنوان ہے جو اپنے باب کے مرکزی عنوان کے ساتھ ربط رکھتا ہے۔ یوں پورا قرآن کریم ایک کتابی و تصنیفی ربط کی صورت میں ڈھل جاتا ہے۔
- علامہ جلال الدین السیوطیؒ لکھتے ہیں: "**أفردہ بالتألیف العلامة** إبو جعفر بن الزبیر شیخ إبی حیان فی کتاب سماہ "البرہان فی مناسبة ترتیب سورۃ القرآن" ومن إھل العصر الشیخ برہان الدین البقاعی فی کتاب سماہ" نظم الدرر فی تناسب آلای والسور۔" [34] ابو حیان کے شیخ علامہ ابو جعفر بن الزبیرؒ نے خاص اس عنوان پر ایک کتاب تالیف کی ہے اس کا نام "البرہان فی مناسبة سور القرآن" ہے اور شیخ برہان الدین بقاعیؒ نے بھی "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" میں نظم کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے۔

[32]۔ فدا حسین،اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کاتاریخی اور تحلیلی جائزہ، (اسلام آباد: تحقیقی مقالہ برائے ایم فل سیشن ۲۰۰۲ء،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)، ص ۱۸۵

[33]۔ دلائل النظام، ص ۷۴

[34]۔ السیوطی جلال الدین،الاتقان فی علوم القرآن، ۲: ص ۱۳۸

- علامہ حمید الدین فراہیؒ اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ہر سورۃ کا ایک مخصوص نظام ہے اور سورتوں کے مطالب میں جو بے نظمی بظاہر نظر آتی ہے محض قلّت تدبر کا نتیجہ ہے۔ یہ بات ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتیں چھوٹی بھی ہیں اور بڑی بھی۔ ہر سورۃ میں اگر کوئی ایک متعین مقصد نہ ہوتا جس کے پورے ہونے سے سورۃ پوری ہوتی ہو تو یہ الگ الگ حد بندیوں کی کیا ضرورت تھی ؟ سارے قرآن پاک کو ایک ہی سورۃ بنا دیا جاتا۔ نیز جب سورتوں کے لیے کوئی خاص مقدار نہیں ٹھہرائی گئی ، بڑی چھوٹی ہر طرح کی سورتیں ہوئیں تو اگر ہر سورۃ کے اندر کوئی نظمی وحدت مدنظر نہیں ہے تو آیتوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کیا ضرورت تھی ۔ اجزاء یونہی بکھیر دیئے جاتے اور اگر سطر سطر کے برابر کے اجزاء ہوتے تب بھی کوئی مضائقہ نہ ہوتا جیسا کہ آیات کا ایک مجموعہ ایک سورۃ کے اندر رکھا گیا اور وہ "سورۃ" کے نام سے موسوم ہوا۔ معوذتین باہم جس قدر مشابہت رکھتی ہیں معلوم ہے تاہم ان دونوں کو ایک سورۃ نہیں قرار دیا گیا بلکہ دونوں دو مستقل سورتیں قرار پائیں ۔ اسی طرح سورۃ التکویر ، الانشقاق ، المرسلات ، النازعات ، الذاریات سب ہم معنی سورتیں ہیں ۔ لیکن نظم اور اسلوب کلام ان میں مختلف ہیں۔ سورۃ سے اللہ تعالیٰ کی مراد ایک منظم کلام ہے۔ اس میں چھوٹی اور بڑی کا امتیاز نہیں ہے جس طرح درخت ، نباتات اور حیوان کے الفاظ میں جو اپنے تحت کے تمام چھوٹے بڑے اجزاء پر مشتمل ہیں اسی طرح سورۃ کا لفظ چھوٹی اور بڑی تمام سورتوں پر مشتمل ہے۔ مزید برآں اگر تم چھوٹی سورتوں پر تدبر کرو گے تو معلوم ہو گا کہ ربط و نظام کے محاسن کے لحاظ سے وہ بھی بڑی سورتوں کی ہم سر ہیں۔ چھوٹی سورتوں کے اندر بھی ربط و پیوستگی کی وہ تمام نزاکتیں موجود ہیں جو کہ بڑی سورتوں کے اندر موجود ہیں اس وجہ سے یہ خیال کرنا کہ چھوٹی سورتوں مثلاً الماعون ، الکوثر اور العصر وغیرہ میں بے نظمی ہے ، سخت غلطی ہے اگر ان سورتوں کا باریک نہج تمہاری سمجھ میں آجائے تو بڑی سورتوں کو سمجھنے میں اس سے بہت مدد ملے گی۔ اسی طرح بڑی سورتوں کے اندر آیتوں کے ایسے مجموعے ہیں جن کا نظم و ربط بالکل واضح ہے مثلاً سورۃ البقرۃ کی ابتدائی بیس آیات اپنے نظم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں پس جو شخص ان میں تفکر کرتا ہے اس میں آہستہ آہستہ ان سے زیادہ دقیق نظام سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ [35]
- امین احسن اصلاحیؒ "نظم قرآن" کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: "قرآن مجید کی ہر سورۃ ایک مستقل وحدت ہے۔ اس کا ایک علیحدہ عنوان و موضوع ہے اور اس سورۃ کے تمام اجزائے کلام اس عنوان و موضوع سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں بحیثیت مجموعی بھی ایک مخصوص نظام ہے جس کا ایک پہلو تو بالکل ظاہر لیکن

[35] ۔ فراہیؒ حمید الدین، مقدمہ تفسیر نظام القرآن، ص۵۹

ایک پہلو مخفی ہے جو غور و فکر اور تدبر سے سامنے آتا ہے۔" امین احسن اصلاحیؒ اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں کی قرآن کریم کے مجموعی نظام کے ظاہری و مخفی دو پہلو ہیں۔ جن کا ذکر درج ذیل لائنوں میں کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے مجموعی نظام کا ظاہری پہلو:

اگر قرآن مجید میں موجود سورتوں کی ترتیب پر ایک نظر ڈالیں جس ترتیب سے وہ مصحف میں ہیں تو ایک چیز آپ کو بالکل صاف نظر آئے گی کہ قرآن کریم میں مکی اور مدنی سورتوں کے ملے جلے سات (۷) گروپ بن گئے ہیں جن میں سے ہر گروہ ایک سے زائد مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے۔ ہر گروپ میں پہلے مکی سورتیں ہیں ان کے بعد مدنی سورتیں ہیں۔پہلا گروپ "الفاتحہ "سے "المائدہ "تک، دوسرا گروپ "الانعام "سے "الاعراف "تک، تیسرا گروپ "یونس" تا "المؤمنون"، چوتھا گروپ "الفرقان "سے "الاحزاب "تک، پانچواں گروپ "سبا" سے "الحجرات" تک، چھٹا گروپ "ق" سے "التحریم "تک، ساتواں گروپ "سورۃ الملک" سے "الناس "پر ختم ہوتا ہے۔ سورتوں کی یہ ترتیب ہر صاحب علم جانتا ہے کہ اتفاقی نہیں بلکہ توقیفی ہے یہ وہ ترتیب ہے جس ترتیب پر قرآن حکیم "لوح محفوظ "میں ہے اسی وجہ سے یہ ترتیب حکمت سے خالی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید کے مجموعی نظام کا مخفی پہلو:

اوپر بیان کئے گئے سات (۷) گروپس کی تلاوت اگر بار بار غور و تدبر کے ساتھ کی جائے تو اس ترتیب کی بہت سی حکمتیں واضح ہوتی ہیں۔ جن میں سے بعض کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا ہے۔جس طرح ہر سورۃ کا ایک خاص عمود ہوتا ہے جس سے سورۃ کے تمام اجزائے کلام وابستہ ہوتے ہیں اسی طرح ہر گروپ کا بھی ایک جامع عمود (مضمون) ہوتا ہے۔ کسی گروپ میں قانون و شریعت کا رنگ غالب ہے۔ کسی میں ملت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ، کسی میں کشمکش حق و باطل اور اس کے بارے میں سنن الٰہیہ کے بیان کا حصہ نمایاں ہے کسی میں نبوت و رسالت اور اس کے خصائص و امتیازات اور کسی میں توحید اور اس کے لوازم و مقتضیات اُبھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ کسی میں بعث، حشر و نشر اور ان کے متعلقات اور آخری گروپ منذرات کا ہے جو بیشتر ان مکی سورتوں پر مشتمل ہے جو جھنجھوڑنے اور جگانے والی ہیں۔ ہر سورۃ زوج زوج ہے یعنی ہر سورۃ اپنا جوڑا اور مثنیٰ بھی رکھتی ہے۔ یعنی ایک میں جو خلا ہوتا ہے دوسری اس خلا کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک میں جو مخفی پہلو ہے دوسری اس کو اُجاگر کر دیتی ہے۔ بڑی سورتوں میں اس کو "البقرۃ" اور "آل عمران" کی مثال سے اور چھوٹی سورتوں میں "معوذتین" کی مثال سے سمجھئے۔ قرآن مجید میں یہ نظام بالکل کائنات کے نظام کے مشابہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ پورے قرآن مجید کے لیے بمنزلہ دیباچہ ہے۔ یہ سورۃ اپنے گروپ کے لیے بھی دیباچہ کی حیثیت رکھتی ہے اور پورے قرآن مجید کے لیے بھی۔ یہ خود مکتفی سورۃ ہے۔ یعنی یہ اپنے ساتھ کسی دوسری سورۃ کے ملنے کی محتاج نہیں ہے۔ ترتیب میں قانون و شریعت کے گروپ کو تمام گروپوں پر مقدم کر دیا گیا ہے اور منذرات کے گروپ کو آخر میں کر دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید میں ڈرانے کا مقصد در حقیقت لوگوں کو غلط راہ سے موڑ کر صحیح راہ پر لگانا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے گروپ اور اس کے آخری گروپ میں وہی نسبت ہے

جو ایک عمارت اور اس کی بنیاد میں ہوتی ہے۔ جب قرآن عظیم کے یہ ساتوں گروپ آتے ہیں اور ساتھ ہی سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے پر نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ ذہن ،وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۞ اور تحقیق ہم نے آپ کو قرآن مجید اور سات آیات (عطا کی) دی ہیں،)اس طرف مبذول ہو جاتا ہے۔[36]

خلاصہ بحث:

قرآن کریم فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہے۔ جس میں نظمِ کلام کے حوالے سے کچھ خاص حقیقتیں پوشیدہ ہیں جو اسی وقت سمجھ میں آتی ہیں جب ان پر نظم کی روشنی میں غور کیا جائے۔ اگر نظم کا اہتمام ترک کر دیا جائے تو وہ باتیں لازماً نظرانداز ہو جاتی ہیں جو خاص طور پر نظم ہی سے نکلتی ہیں اور نظم ہی کی رعایت سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔الغرض قرآن مجید اول تاآخر ایک مربوط و منظّم کلام ہے۔ جس کے فہم کے لیے نظم کی معرفت ناگزیر ہے۔ابتدا میں نظم و ربط کو بلاغت کے معنی میں لیا جاتا تھا۔ کچھ علمائے کرام نے نظام کے حوالے سے صرف آیات قرآنیہ کے مابین ربط پر اور کچھ نے قرآنی سورتوں کے مابین ربط پر کتب لکھیں۔ اکثر علماء نے اپنی تفاسیر میں ان مقامات پر ربط وآیات و سور کا عملی انتظام کیا۔ جہاں نظم و ربط واضح تھا۔امام فخر الدین رازیؒ بھی نظم وترتیب کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ : "ان اکثر لطائف القرآن مودعۃ فی الترتیبات والروابط "، بیشتر قرآنی لطائف نظم وترتیب میں پنہاں ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

[36] - اصلاحی امین احسن، مقدمہ تدبر قرآن، (فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2001ء)، ۱: ص ۲۵